© rasailojaraid.com

تنقید و تبصرہ

اطاعت رسولؐ اور پرویز، شائع کردہ حلقۂ مذاکرات اسلامیہ ماڈل ٹاؤن لاہور، شائقین [illegible] کے ٹکٹ بھیج کر جناب مولف سے طلب کر سکتے ہیں، پتہ یہ ہے، پروفیسر منظور احسن صاحب عباسی، کوٹھی نمبر ۱۱۲، ڈی [illegible] ماڈل ٹاؤن لاہور

محترمی پروفیسر صاحب نے جناب پرویز صاحب کے عقائد و افکار خصوصی کی اصلاح کے لئے ٹریکٹوں کا جو سلسلہ [illegible] کیا ہے یہ اس کا تیسرا نمبر ہے پہلے دو ٹریکٹوں کا اشتہار "ندائے حق" میں شایع ہو چکا ہے۔ اس ٹریکٹ میں پرویز صاحب کے [illegible] رسالہ کا جواب دیا گیا ہے۔ جس میں انہوں نے یہ بیان کیا ہے۔ کہ مسلمانوں کو احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع نہیں [illegible] چاہئے صرف اللہ کا حکم ماننا چاہئے، یہی جناب پرویز صاحب کا مخصوص نظریہ ہے

پروفیسر صاحب نے اس رسالے میں قرآن حکیم ہی سے یہ ثابت کیا ہے کہ عبادت کا مستحق بلا شبہ اللہ کے سوا کوئی [illegible] ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اپنی اور اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کا حکم یکجائی طور پر بھی دیا ہے اور صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم انفرادی طور پر بھی دیا ہے مثلاً أَطِيعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ (سورۂ نور ع) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

یہ رسالہ اس لائق ہے کہ درد مند مسلمان اسے کثیر تعداد میں خریدیں اور منکرین حدیث میں مفت تقسیم کریں بلاشبہ یہ ایک بہت بڑی دینی خدمت ہوگی، اللہ تعالیٰ پروفیسر صاحب کو جزائے خیر دے اور حمایت دین کی مزید توفیق عطا فرمائے

سرگذشت غزالی"، سائز ۱۸×۲۲، صفحات، ۱۸۸، قیمت تین روپے، شائع کردہ، ادارہ ثقافت اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور

امام غزالیؒ کی شہرۂ آفاق کتاب "المنقذ من الضلال" کا اردو ترجمہ پہلی مرتبہ ۱۹۱۶ء میں نظر سے گذرا تھا، جسے سرسید مرحوم نے شائع کرایا تھا۔ اس کے بعد ۱۹۵۶ء میں دوسرا ترجمہ دیکھنے کا اتفاق ہوا جسے کتب خانہ دین و دنیا نے حیدر آباد سندھ سے شایع کیا، اب سنہ ۱۹۶۰ء میں یہ تیسرا ترجمہ سامنے آیا ہے جس کی خصوصیت یہ ہے کہ فاضل مترجم نے ۱۰۸ صفحات کا ایک مبسوط اور عالمانہ مقدمہ بھی شامل کر دیا ہے، اس کے مطالعہ سے کتاب کی اہمیت بھی واضح ہو جاتی ہے۔ اور مباحث کا سمجھنا بھی آسان ہو جاتا ہے،

یہ کتاب امام موصوفؒ نے اپنے ایک شاگرد رشید کے سوالات کے جواب میں لکھی تھی، چونکہ امام صاحب نے اس کتاب میں اپنی ذہنی اور فکری داستان اختصار کے ساتھ قلمبند کی ہے، اس لئے فاضل مترجم (مولانا محمد حنیف صاحب ندوی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مدکن ادارہ) نے اس کے ترجمہ کا نام "سرگذشت غزالی" رکھا ہے،

جیسا کہ سب جانتے ہیں امام صاحبؒ اپنے زمانے کے تمام علوم متداولہ پر بڑی گہری نظر رکھتے تھے اور معقول و منقول دونوں میں ان کو دستگاہِ کامل حاصل تھی، اس کتاب میں انہوں نے ان مراحل کو ترتیب و تفصیل سے بیان کیا ہے جن سے گزر کر وہ تصوف کی منزل تک پہونچے، انہوں نے اس صداقت کو واضح کیا ہے، کہ منطق، فلسفہ، کلام یا کسی اور علم سے انسان حقیقت سے آگاہ نہیں ہوسکتا۔ اگر اس نعمت سے لطف اندوز ہونا چاہتے ہو، تو اپنے آئینہ قلب کو مجلی کرو، مرشد رومیؒ نے اسی صداقت کو یوں بیان کیا ہے،

آئینہ دل چوں شود صافی و پاک   نقشہا بینی بیروں از بادو خاک
بینی اندر خود علوم انبیاء   بے کتاب و بے معید و اوستا

بالفاظ دگر جب تک انسان، فلاسفہ اور علماء کی پیروی کے بجائے مشکوٰۃِ نبوت سے اکتساب نور نہیں کرے گا اُس وقت تک اسے نہ اپنی معرفت حاصل ہوسکتی ہے نہ اطمینانِ قلب حاصل ہوسکتا ہے

ہمارے زمانے میں اسی صداقت کو علامہ اقبال مرحوم نے یوں واضح کیا ہے

بوعلی اندر غبار ناقہ گم
دست رومیؒ پردۂ محمل گرفت

فلسفہ کی ڈھائی ہزار سال کی تاریخ ہمارے سامنے موجود ہے۔ اس کے مطالعہ سے یہ صداقت روز روشن کی طرح واضح ہوسکتی ہے کہ الٰہیات کے مسائل جس طرح افلاطون، ارسطو، گوتم اور کپل کے زمانے میں لاینحل تھے اسی طرح آج بھی ہیں، نہ اُس زمانے کا کوئی فلسفی عقلی دلائل سے وجودِ باری کا اثبات کرسکا اور نہ موجودہ زمانے میں کوئی فلسفی اس پہ کوئی دلیل مرتب کرسکتا ہے کیا خوب کہا ہے اکبر الٰہ آبادی نے

فلسفی کو بحث کے اندر خدا ملتا نہیں
ڈور کو سلجھاتا رہا پر سرا ملتا نہیں

دوسرا مسئلہ ربطِ حادث بالقدیم کا ہے، یہ بھی ہزاروں برس سے حکماء کے لئے دردِ سر بنا ہوا ہے۔ کوئی فلسفی آج تک یہ نہ بتا سکا کہ خدا نے دنیا کو کیوں پیدا کیا؟ کیسے پیدا کیا؟ اور کس چیز سے پیدا کیا؟ اسی لئے تو حافظ شیرازیؒ نے ہمیں یہ مشورہ دیا تھا۔

حدیث از مطرب و مے گو و رازِ دہر کمتر جو
کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت ایں معما را

اور صحیح بھی ہے! انسان، ممکن اور حادث ہے خدا واجب اور قدیم ہے۔ اب ہر شخص جس میں ذرا سی عقل بھی ہے خود فیصلہ کرسکتا ہے۔ کہ بیچارہ ممکن واجب کا تصور کرے تو کیسے؟ کیا ایک چیونٹی کوہ ہمالیہ کو اپنے سر پہ اٹھا سکتی ہے! کیا بحر الکاہل ایک کوزے میں سما سکتا ہے؟ اگر نہیں، تو خدا انسان کی سمجھ میں کیسے آسکتا ہے؟ اور خود عقل کا فیصلہ ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ جو چیز سمجھ ہی میں نہیں آسکتی، انسان اسے ثابت کیسے کر سکتا ہے اثباتِ وجود شی کے لئے تصورِ وجود شی شرط اولیں ہے۔

لہٰذا فلسفہ اور کلام کا مطالعہ کرنے کے بعد امام صاحب نے تصوف کے دامن میں پناہ لی اور تاریخ عالم گواہ ہے کہ انسان کو اگر اطمینان قلب حاصل ہوا ہے۔ یا ہو سکتا ہے تو اسی مبارک وادی میں جسے تصوف کہتے ہیں۔ اسی نکتہ کو اقبال نے یوں بیان کیا ہے۔

بچشمِ عشق نگہ تا سُراغ خود یابی
جہاں بچشمِ خرد، سیمیا و نیرنگ است

یہی وجہ ہے کہ فارابی اور ابن سینا دونوں نے اعتراف کیا ہے کہ جب تک خلوت میں بیٹھ کر آئینہ دل کو صاف نہیں کیا جائے گا۔ حقائق اشیاء کا علم حاصل نہیں ہو سکتا۔ کتاب الشفا، اس وقت ہمارے سامنے موجود نہیں ہے۔ اگر حافظہ غلطی نہیں کرتا۔ تو عبارت یہ ہے۔

لا مطمع لهٰذا المطلب الشريف والمقصد المنيف لاسيما في دار الغرور۔ فان شئت ان يتجلى لك الحق، فجاهد في خلواتك و راقب في اوقات رياضاتك، لعل شمس الحق تفيض عليك شعاعاً من اشعة الحقيقة (او كما قال)

مسائل متعلقہ وجود اس دنیا میں کسی شخص پر واضح نہیں ہو سکتے۔ پس اگر تو یہ چاہتا ہے کہ تجھ پر حق واضح ہو جائے (کہ وجود کلی ہے یا جزئی؟ مرکب ہے یا بسیط؟ موجودات پر اس کا حمل بالاشتقاق ہے یا بالمواطات؟ وغیر ذلک) تو کتابیں پڑھنے کے بجائے خلوت میں مجاہدات کر اور ریاضت کے اوقات میں مراقبات کر (یعنی صحبت مرشد میں بیٹھ کر آئینۂ قلب کو منجلی کر) شاید کہ آفتاب حق، حقیقت کی شعاعوں میں سے ایک آدھ شعاع تجھے بھی عنایت کر دے۔

یہی وجہ ہے کہ قاضی مبارک گوپاموئیؒ، شاہ ولی اللہ دہلویؒ، قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ، ملا عبد العلی بحر العلوم لکھنویؒ۔ سے لے کر مولانا اشرف علی تھانویؒ اور مولانا مناظر احسن صاحب گیلانیؒ تک، تمام طالبان حق نے شفاء اور اشارات گھوٹ کر پی جانے کے بعد کسی اللہ والے کی چوکھٹ کو چوما۔ اس کے آگے سر تسلیم خم کیا اور حجرے میں بیٹھ کر شیخ الرئیس حکیم بوعلی ابن سینا الملقب بمعلم ثانی آنجہانی کے مشورے پر عمل کیا۔ تب جاکر گوہر مقصود ہاتھ آیا۔ اسی لئے اقبال نے اس دور کے عقل پرستوں کو یہ مشورہ دیا ہے ؎

کیمیا پیدا کُن از مشتِ گلے
بوسہ زن بر آستانِ کاملے

فاضل مترجم نے اس قیمتی کتاب پر مقدمہ لکھ کر بلا شبہ اس کی افادیت میں چار چاند لگا دیئے ہیں، اور ہماری رائے میں اس ترجمہ سے اردو ادب ہی کا دامن مالا مال نہیں ہوا۔ بلکہ عصر حاضر کے فلسفہ زدہ حضرات کے لئے تریاق بھی مہیا ہو گیا ہے۔ امام صاحبؒ نے اپنی تصنیف میں فرقۂ باطنیہ اسمٰعیلیہ کا ذکر کیا ہے۔ لیکن بنظر اختصار نہ ان کے حالات لکھے، اور نہ ان

© rasailojaraid.com